The Journal of Arts, Sociology and Humanities
Volume 3, Number 1, May 2025, www.thejash.org.pk, editor@thejask.org.pk

تبصرہ ء کتب

ناول نالہء شب گیر کا تجزیاتی مطالعہ

عبداللہ غوری*

کوئی تو نالہء شب گیر پہ باہر نکلے
کوئی تو جاگ رہا ہو گا دیوانے کے سوا

نالہ شب گیر مشرف عالم ذوقی کا ناول ہے جس کو پاکستان میں صریر پبلی کیشنز نے شائع کیا ہے ۔ سماج میں موجود تصورات کو بیان کرنا ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہم خود کو اور گرد و نواح کو دیکھ سکتے ہیں۔مرد اور پدرسری نظام جو صدیوں سے چلتا آرہا ہے۔ اس میں کیا چیزیں مشترک ہیں ؟ عورت کو آج تک کن مشکلات کا سامنا کر نا پڑا ہے ؟ کیا عورت کی آزادی صرف ایک ڈھکو سلا ہے ؟ اس نے واقعتاً سماجی، معاشرتی و معاشی سطح پر ترقی کی ہے یا مرد نے اسے اپنے برابر تسلیم کیا ہے ؟ یہ چند سوالات ہیں جو ناول کی بنیاد کو سمجھنے میں ہماری معاونت کرتے ہیں۔

تانیثی نظریہ یا عام الفاظ میں عورت کے حقوق کے لیے جو آوازیں بلند کی جاتی رہی ہیں ان کی روایت خاصی پرانی ہے۔ ابتدا میں یہ حقوق نسواں کے حوالے سے سامنے آئی اور پھر زمانی و شعوری سفر طے کرتے ہوئے آج اسے feminism کہا جاتا ہے۔ اس کے بھی درجے ہیں۔ ایلن شوالٹر نے اپنی کتاب میں تانیثیت کے ارتقا پر روشنی ڈالی ہے۔ اس تحریک کو اس وقت قوت ملی جب دریدا نے Decentralization اور مرکز کائنات کا انکار کیا اور کہا کہ ایک ہی چیز کو مختص کر دینا ضروری نہیں ہو تا بلکہ حاشیے میں موجود عناصر کو بھی مرکزی حیثیت دے کر دیکھنا چاہیے۔ یوں عورت کو مرکزی حیثیت دے کر ایک نئی اساس کی تشکیل کی جانے لگی جس کو آج ہم تا نیثیت کہتے ہیں۔ اس کی دو اساس ہیں۔ ایک سیاسی حوالوں میں اور دوسرا حصہ ادبی تناظر کے حوالے سے ہے۔ یہ تحریک اپنے جمالیاتی یا ادبی حوالوں میں اور تھیوری کہلاتی ہے۔ ایلن شوالٹر اس تحریک کو زمانی اعتبار سے بھی تقسیم کرتی ہیں اور مختلف وقتوں میں اس کے کیا کیا محرکات رہے ہیں ان کو بھی بیان کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ پہلے مرحلے کو نسوانیت کا نام دیا گیا جو کہ ۱۸۸۰ء سے ۱۸۴۰ ء تک کا زمانہ ہے جس میں یورپ اور امریکہ کا معاشرہ شامل ہے۔ اس دور کی عورتوں کی تحریریں یا عورتوں کے لیے مردوں کی تحریریں عورتوں کے بنیادی حقوق کی جنگ لڑتی نظر آتی ہیں۔ اس دور میں عورت ایک صنف کے طور پر اپنے حقوق کے دفاع کا تقاضا کرتی نظرتی ہے۔ اس کو برابری کی تحریک کا زمانہ کہا جاتا ہے یعنی عورت کو مرد

---

* پی ایچ ڈی اسکالر۔ بین القوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد۔ ای میل: abghori18@gmail.com

کے برابر حقوق دیئے جائیں۔ دوسرے مرحلے کو نسوانی کہا جاتا ہے۔ یہ زمانہ ۱۸۸۰ء سے شروع ہو کر بیسویں صدی کے آغاز تک کا ہے۔ اس دور میں مردوں کے مطالعے کو مرکز نگاہ بنایا گیا کہ ان کی تحریر میں عورت کسی روپ میں نظر آتی ہے۔ یوں عورت کی سماجی حصہ داریوں کے حوالے سے بات کی جانے لگی۔ ایک عورت کسی مرد سے کیوں کر کم تر ہے ؟ اس طرح کے بنیادی سوالات اس دور میں نظر آتے ہیں۔ تیسر امرحلہ ۱۹۲۰ء سے شروع ہو کر موجودہ دور تک پھیلا ہوا ہے۔ عورت کیا ہے ؟ یہ اس مرحلے کا بنیادی سوال ہے۔ شوالٹر نے اسے عورت کی خودشناسی کا مرحلہ کہاہے

محولہ بالا بیان میں اس خاص نظریے کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو ناول میں جگہ جگہ نظر آتا ہے اور کہیں کہیں ناول کی فکری اساس کا درجہ بھی حاصل کر لیتی ہے۔

ناول فلیش بیک اور فلیش فارورڈ کی تکنیک کو استعمال کرتے ہوئے لکھا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں بیانیہ انداز موجود ہے۔ کہانی کاراوی خود مصنف ہے اور راوی لمحہ بہ لمحہ تبدیل ہوتے جاتے ہیں اور مصنف کہیں خود کردار اور کہیں محض سامع بن کر رہ جاتا ہے۔ وہ دلائل سنتا بھی ہے اور دلائل دیتا بھی ہے اور کہیں پر ایک عام شخص کی طرح چیزوں کو سمجھنے کی کوشش بھی کر رہا ہے۔ ایک خاص جذبہ جو مصنف کی ذات کا خاصہ ہے وہ کہانی کی تلاش ہے۔

اس ناول میں کہانی نہیں بلکہ مختلف لوگوں کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں جنھیں ہر کوئی اپنے حوالے سے بیان کر رہا ہے یا دوسرے کے سیاق میں جا کر بیان کر رہا ہے۔ یہ تمام مختلف کہانیاں آپس میں با تمام و کمال خصوصیات کے ساتھ کر اس چیک ہو رہی ہیں۔ کہانی کے راوی صوفیا مشتاق احمد ، ناہید ناز، کمال یوسف، جو ان کرداروں میں کہانی کو دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ نادر مشتاق احمد ، اشرف، بوس، کو شالیا، ناگار جن ، نکہت ، لاجو، ناگار جن کے دو بیٹے اور مردانہ سماج کی مکمل تصویر حویلی اور وہاں کے تمام مکینوں کی صورت میں نظر آتی ہے۔

تانیثیت کی ذیل میں تشکیل پانے والے ڈسکورس میں بغاوت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ عورت مرد کی طرح ہو جائے بل کہ عورت مرد کے متوازی اپنے وجود کا انسانی اور فطری اثبات چاہتی ہے۔ اس کی یہ خواہش ہے کہ مرد اس کی شناخت ایک باوقار فرد کی صورت میں کرلے جو کہ ایک مختلف وجود رکھتا ہے۔ یہ عورت حاکم و محکوم کے کھیل کا خاتمہ اور اپنی شناخت، انفرادیت ، ترجیحات، فکر اور جمالیات کو اپنے خوابو نسے تسلیم کروانے کی جد وجہد میں سر گرم عمل ہے۔ یہ تصور اور جدید عورت جس کو کپڑوں کے بغیر سمجھا جاتا ہے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ذوقی صاحب ناول کے ثقافتی جغرافیے میں اس عورت کی تلاش میں سرگرداں ہیں جو فکری سطح پر آج کی مکمل اور خود مختار عورت ہے۔

"عورت آج ایک برانڈ بن چکی ہے۔ ایک ایسا برانڈ، جس کے نام پر ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنے اپنے پروڈکٹ کو دنیا بھر میں پھیلانے کے لیے اس سے مدد لیتی ہیں۔ "

صارفیت کا کلچر کیا ہے ؟ کس طریقے سے یہ ہماری زندگی پر اثر انداز ہو رہا ہے ؟ عورت کو جس معاشرے میں مختلف مرتبے دیے جاتے ہیں جس میں حقیر و عظیم دونوں طرح کے رویے شامل ہیں لیکن اب صارفیت کے دور میں عورت کس طرح ایک داشتہ بن کر رہ گئی ہے۔ صارفیت کو فروغ دینے کے لیے مختلف حربوں سے عورت کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ شیمپو، صابن، گھی، الیکٹرانکس کا سامان، بلیڈ ، نرم و گداز فرنیچر یہاں تک کہ کنڈوم تک کے اشتہاروں میں عورت کو استعمال کیا جا رہا ہے اور یہ استعمال بھی صرف اور صرف جسم کی حد تک کا ہے۔

سماج میں کچھ طریقے کچھ اقدار وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ متعین ہو نا شروع ہو جاتی ہیں۔ جس طرح شادی بیاہ کے طریقے پہلے گھروں میں پروگرام منعقد ہوا کرتے تھے۔ اب ان کی جگہ ضیافت خانوں نے لے لی ہے۔ خس کی ٹھنڈی چھاؤں میں ہمارے اکابر بیٹھے رہتے۔ اب جدت زمانہ کے ساتھ ساتھ ائیر کنڈیشنر نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ کچھ تبدیلیاں اس طرز کی ہوتی ہیں جس کو سہولت کی ذیل میں لے جاکر فائدہ اٹھا یا جا سکتا ہے لیکن کچھ اخلاقی رویے جو ایک معاشرے میں ورثے کے طور پر آئے ہوتے ہیں اس میں آنے والی تبدیلیاں غیر متوقع نتائج کی حامل ہوتی ہیں۔

شادی ڈاٹ کام کے حوالے سے ذوقی صاحب احوال بیان کرتے ہیں اور اس کے مضمرات کا فیصلہ وہ قاری پر چھوڑ دیتے ہیں ۔ جب ناہید ناز کو خوب صورتی اور مناسب قد و قامت کے عوض کوئی دولھا نہیں ملتا اور بالا آخر وہ ایک شرط قبول کرنے پر تیار ہو جاتی ہے۔

"ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے بہتر ہے کہ ہم ایک رات ساتھ ساتھ گزاریں۔ "

ناول میں نہایت چھوٹی باتوں کو ملا کر ایک اپچ کو پیدا کیا گیا ہے۔ جس طرح شادی کے بعد عورت کے والد کے نام کی جگہ اس کے نام کے ساتھ مرد کا نام تبدیل کر دیا جاتا ہے یہ علامت بھی مرد کی حاکمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ ایک گھر میں دس لوگ بھی رہ سکتے ہیں لیکن سب کسی بھی صورت میں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ سب کی اپنی اپنی الگ پہچان ہوتی ہے اور ہر کسی کو ایک ذاتی دائرے میں رہ کر زندگی گزارنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ مردوں کے خلاف اور خواتین کے حق میں ان کی شناخت، پہچان، حقوق، مساوات اور بغاوت کا واضح انداز میں اظہار ہمیں ناہید ناز کے کردار میں ملتا ہے۔ وہ اپنی مرضی کی زندگی گزارتی ہے، اس کی قیمت بھی وصولتی ہے اور ایک نفسیاتی پہچان کا شکار ہو کر بھی رہتی ہے ۔ عام سی بات کی تعبیر بھی وہ اپنے انداز سے ہی کرتی ہے اور تمام عناصر کو عام روش سے ہٹ کر استحصالی عناصر سمجھنے لگتی ہے۔

"لڑکوں کو آزادی دیتے ہوئے آپ کی دنیا لڑکی کی آزادی کے پر کاٹ لیتی ہے۔ کبھی اسے چیزی دی جاتی ہے، کبھی حجاب، کبھی اسے اپنوں سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ لڑکوں کے لیے کوئی شرط نہیں رکھی جاتی۔ لڑکی نہ ہوئی عذاب ہو گئی۔ اور آپ ہی کے تاج نے اسے-- نام دے رکھے ہیں۔ فاحشہ ، طوائف ، رنڈی، داسی کلنکنی--- یہ سارے نام مرد کو کیوں نہیں دیتے --"

ناول کا کردار مصنف ہے وہ نا ہید ناز سے ملاقات کے بعد اس کی عجیب و غریب طبیعت سے متاثر ہوتا ہے اور وقتاً فوقتا ناہید ناز کی نفسیات کو جانچنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

"میں نے دیکھا ناہید ٹیرس کی دائیں طرف کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایک درخت کی آڑ میں ایک نوجون لڑکا ایک لڑکی کا بوسہ لے رہا تھا --- ناہید کی آنکھوں میں چمک تھی--- مجھے ایسا کیوں محسوس ہو رہا ہے کہ مغرب کے پردے میں آپ نا جائز سیکس کی وکالت کر رہی ہیں۔"

ناہید ناز اپنی مرضی سے ایک ایسے مرد سے شادی کرتی ہے جو اس کے مطابق ہوتا ہے۔ یوسف کمال بہ ذات خود ایک نہایت منفرد کردار ہے جو ایک بیوی بن کر رہ رہا ہے اور ان دونوں میاں بیوی کے درمیان اگر رشتہ قائم ہے تو اس کی وجہ صرف ایک ہے ، اور وہ ہے ان کا بیٹا پاشا۔ کئی بار ناہید ناز کے جملے یوسف کمال کے اندر کے مرد کو ٹھیس بھی پہنچاتی ہیں۔ یوسف کمال اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اسے اندازہ بھی نہ تھا کہ حالات اس قدر خراب ہو جائیں گے اور ناہید ناز کے رویے میں جارحیت بڑھتی جائے گی۔ ایک دن ناہید یوسف کو گھر سے بھی نکال دیتی ہے۔ یوسف کمال کبھی کام والی کے ساتھ اور کبھی صوفیا مشتاق احمد کی آغوش میں آسودگی محسوس کرتا ہے۔ کمال یوسف کی کہانی جو دو سے تین لوگوں کے ساتھ منسلک تھی اس میں ایک اہم موڑ اس وقت آتا ہے جب ناہید ناز رات کے اندھیرے میں بنا بتائے کہیں روپوش ہو جاتی ہے اور صوفیا مشتاق احمد رات کے اندھیرے میں اس کے پاس آ جاتی ہے۔ ایک خلا میں گم ہو گئی اور دوسری نے مرد کا سہارا ڈھونڈ لیا۔ یوں دو الگ خیا کات رکھنے والی خواتین کی عکاسی کی گئی ہے۔

"یہ میں نہیں جانتی--- مگر ڈر جاتی ہوں۔ تم باہر جاتے ہو لگتا ہے --- کوئی ٹیکسی تمھیں کچل دے گی۔ فلائٹ سے جاتے ہو تو مجھے لگتا ہے ، ائیر کریش ہو جائے گا۔ ٹرین سے جاتے ہو تو لگتا ہے ، ٹرین کا ایکسیڈنٹ ہو جائے گا۔"

کمال نے کبھی اس والہانہ محبت کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ناہید کے ساتھ رہتے ہوئے تو بالکل بھی نہیں۔ دیکھا جائے تو ناہید ناز نے بچپن سے اپنی حویلی میں جو کچھ دیکھا اور جن حالات کا اسے سامنا تھا اس سب کے بعد اس کی مردوں سے نفرت جائز تھی اور ہر جگہ مرد ذات قصور وار ہوتے بھی حاکم تھی۔ ان کا جو دل کرتا تھا وہ کر سکتے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر یوسف کمال ناہید ناز کو سچا پیار دیتا، اسے پیار سےسمجھاتا اور اپنے روۂیے سے اس کے دل و دماغ میں موجود مرد ذات کی پر چھائی کو بدلنے کی کوشش کرتا توممکن ہے کہ ناہید ناز اتنی انتہا تک نہ پہنچتی۔ بجائے اس کا دوست اور ساتھی بننے کے اس کے مسائل کو سن اور سمجھ کریوسف کمال کے رویے میں ہمیں ناہید ناز کے لیے اکتاہٹ نظر آتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یوسف کمال کی وجہ سے صوفیا مشتاق بھی ہر وقت اسے کھو دینے کے ڈر سے جی رہی ہوتی ہے۔ اگر وہ سمجھ داری کا مظاہرہ کرتا تو صوفیا کے ڈر کو اس کے پیار پر حاوی نہ ہونے دیتا، لیکن وہ اپنی زندگی میں موجود دونوں عورتوں کو خوش نہیں رکھ سکا۔

> "--- ناہید کارد عمل تھا کہ یقیناً ایسا ہی ہو گا اور صرف عورتیں رہ جائیں گی۔ کیوں کہ دنیا اور اس کے نظام کو مردوں کی ضرورت ہی نہیں ہے--- وہ کہتی تھی کہ دنیا ایک دن ختم کو جائے گی اور ہم عورتیں اس دنیا میں طاقت ور ہو جائیں گی۔" (۸)

روپوش ہونے کے بعد ناہید ناز کی تیار کردہ ڈکشنری کو چند سر گرم خواتین کی جانب سے پذیرائی حاصل ہونے پر بین الا قوامی سطح پر پسند کیے جانے پر مراعات ملتی ہیں۔ اسی انعام واکرام کی صورت میں اسے جدید تزئین و آرائش سے مزین بنگلہ بھی دیا جاتا ہے جہاں کسی بھی مرد کا داخلہ ممنوع ہے۔

الفاظ کے معنی و مفاہیم سماج متعین کرتا ہے وہ نہ صرف زبان کا حصہ اور ابلاغ کا ذریعہ ہوتے ہیں بل کہ وہ خصوصی اہمیت کے حامل بھی ہوتے ہیں۔ مابعد جدید تھیوری کے مطابق لفظ ا ہم ہوتا ہے۔ کبھی خدا بھی ایک لفظ کا درجہ رکھتا تھا۔ لفظ ہمارے عمل و ورد عمل کا تعین کرتے ہیں اور ہمارے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ہر سماج میں معنی متعین کرنے کی بنیاد طر ز پر ہے۔ جب ناہید کو ڈکشنری تیار کرنے کا کہا جاتا ہے تو وہ لفظوں کے معنی اپنی ذہنی استعداد کے مطابق متعین کرتی ہے۔

فاحشہ	بدکار مرد
حرام کار	بدکار مرد
حرامی	بدذات مرد
مطعون	بد نام زمانہ مرد

طوائف	ناچنے والا مرد
ہیجڑا	مردوں کی اعلی قسم
رنڈی	بازاری مرد
عیاش	مردوں کی صفت
کلنکنی	بدذات مرد
حرافہ	بدکار مرد

میں برابری اور آزادی کا قائل ہوں اس لیے برسوں سے ایک ایسی کہانی کی تلاش میں تھا جہاں اپنے تصور کی عورت کو کردار بنا سکوں۔ اس ناول میں دو کردار ہیں۔ صوفیا مشتاق احمد ایک خوف زدہ لڑکی کی علامت بن کر سامنے آتی ہے۔ یہاں مجھے ایک ایسی لڑکی کی ضرورت تھی جسے صوفیا مشتاق کے سامنے ایک مضبوطی کی علامت بنا کر پیش کر سکوں۔ ناہید ناز کا کردار ایک ایسا ہی کردار ہے۔ جب ناہید کے کردار نے جنم لیا تو میری مشکل آسان ہو گئی۔ نہ وہ نفسیاتی مریضہ ہے نہ پاگل، مگر وہ صدیوں کے کرب اور غلامی سے آزاد ہو نا چاہتی ہے۔

یہ کردار جو ناول کے سیاق میں نظر آتے ہیں حقیقی ہو سکتے ہیں لیکن انھیں بہت محنت سے تراشا گیا ہے۔ ناول کی بنیاد جھوٹی گینگ ریپ قرار دی جاتی ہے اور دو مرکزی کر دار تخلیق کیے گئے ہیں۔ ان کرداروں کی نفسیات بیان کرنے کی بھی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔ اسی لیے ان معاملات میں طوالت بھی ملتی ہے، لیکن ممکن تھا کہ صوفیا د ناہید ناز کے کردار کے ان پہلوؤں کو طوالت کی مدد سے مکمل طور پر بیان کرنے کی کوشش کی جاتی مگر مجھے ایسا کوئی عنصر نہیں مل پایا سوائے وضاحتی بیانیہ کے۔ عورت اور اس پر ہونے والے مظالم کے ساتھ ساتھ عورت کی نفسیات کو عرصہ دراز سے موضوع گفت گو بنایا جاتا رہا ہے، لیکن ناول بھی وہیں ٹھہر جاتا ہے۔ کوئی معاملہ سمجھتا نہیں اور --- کے طور پر یقین ہونے لگتا ہے کہ آج کی عورت بھی وہیں کھڑی ہے اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود اس کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

ناول کے آغاز میں کہا گیا کہ یہ ناول اس لڑکی کے لیے ہے جو باغی ہے اور اپنی شرطوں پر زندہ رہنا چاہتی ہے لیکن ناول ایسی لڑکی کی کسی بھی طرح مدد نہیں کر سکتا۔

> "----یہاں تک کہ تہذیب کی اتنی صدیاں گزارنے کے بعد بھی ایک تعلیم یافتہ لڑکی رات کے اندھیرے میں سڑکوں پر سفر نہیں کر سکتی۔ دفتروں میں کام کرتے ہوئے اسے چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ وہ گھر میں بھی محفوظ نہیں ہے۔ یہاں باپ سے بھائی تک قریبی رشتوں میں بھی سگ زاد بر اور شغال کی مثال ہی سامنے آتی

ہے۔ صرف ایک بدن کے قصور ہیں آزاد رہتے ہوئے اور ترقی کے مہنارے بڑھتی ہوئی عورت بھی زمانہ قدیم کی داسی محسوس ہوتی ہے جس کی ڈور روز ازل سے مرد کے پاس ہے اور اسے مرد کے اشاروں پر ہی نا چنا ہوتا ہے۔ "

اس اقتباس کو ناول میں موجود الگ نفسیات رکھنے والی خواتین کی ترجمان کہا جا سکتا ہے لیکن اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خود مصنف کہانی کے سیاق کے حوالے سے کیا تصور رکھتے ہیں اور اسے کس شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں ؟ ان کے نزدیک عورت کی آزادی یا برابری کا تصور کس شکل میں میں موجود ہے۔

حوالہ جات

قاسم یعقوب، لفظ اور تنقید معنی ، پورب اکادمی، اسلام آباد، اپریل ۲۰۱۷ء ، ص ۲۸۔
مشرف عالم ذوقی، ناله شب گیر ، صریر پبلی کیشنز، راول پنڈی، ۲۰۲۰ء ، ص ۱۵، ۱۴۔
ایضاً، ص ۱۳
ایضاً، ص ۱۴
ایضاً، ص ۴۹
ایضاً، ص ۴۷
ایضاً، ص ۸۰
ایضاً، ص ۲۵۰
ایضاً، ص ۲۵۵
ایضاً، ص ۲۲۰
ایضا ص ۱۷
ایضاً، ص ۲۵